5

قبولیت دعا کے تازہ نشانات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ایمان کو بڑھانے اور اسے تقویت دینے کے سامان عطا فرمائے ہیں

(فرمودہ 29 جنوری 1954ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی صفات جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں یا جو صفات احادیث سے ثابت ہوتی ہیں وہ ساری کی ساری ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ اور لازم ہیں اور جُوں جُوں انسان ان صفات کا مطالعہ کرتا ہے اس کا دل ایمان اور یقین سے بھر جاتا ہے۔ ایک صفت تو خداتعالیٰ کی ایسی ہوتی ہے جو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور ایک ایسی ہوتی ہے جس کا ظہور کسی انسان کے خاص حالات کے ماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رازق ہے۔ تمام دنیا میں انسان کیا اور حیوان کیا اور نباتات کیا تمام مخلوقات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے رزق کا کوئی نہ کوئی ذریعہ مقرر ہے اور اسے دیکھنے سے ہر انسان یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں کوئی رازق ہستی موجود ہے۔ لیکن اگر کسی وقت کوئی شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے

یا وہ کسی دُکھ میں پکڑا جاتا ہے اور اُس پر رزق کی تنگی وارد ہو جاتی ہے اور وہ پھر خداتعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تُو میرے لیے رزق کی تنگی کو دور کر دے اور پھر وہ رزق کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔تو رازق تو خداتعالیٰ پہلے بھی تھا اور رازق وہ اُس وقت بھی تھا جب وہ شخص دعا مانگ رہا تھا لیکن جب اس شخص کے لیے خداتعالیٰ کی صفت رزّاقیت ظاہر ہوتی ہے تو اُس کا ایمان پہلے کی نسبت بہت بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایک زائد یقین اُسے یہ حاصل ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ سننے والا بھی ہے کیونکہ اگر وہ سننے والا نہ ہوتا تو اُس کی دعا اُس تک پہنچتی کیسے؟ پھر اُسے یہ یقین بھی حاصل ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے کیونکہ اگر وہ اپنے بندوں پر مہربان نہ ہوتا تو اس کی دعا سن کر اس کے اندر یہ احساس کیوں پیدا ہوتا کہ میں وہ تکلیف دور کر دوں۔ پس اِس ایک دعا کے ساتھ خداتعالیٰ کی تین صفات انسان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی صفت رزّاقیت بھی ظاہر ہوتی ہے، اس کی صفت سمیع بھی ظاہر ہوتی ہے، اس کی صفت رحمانیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یا مثلاً خداتعالیٰ دنیا میں ہمیشہ لوگوں کے ہاں بچے پیدا کرتا ہے۔ وہ پہلے بھی بچے پیدا کرتا رہا ہے اور اب بھی پیدا کر رہا ہے اور انسانی نسل برابر ترقی کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اب لوگوں کو یہ وہم ہو رہا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا میں پیدا ہونے والا غلّہ غذا کے لیے کافی نہیں ہو گا۔ اور بعض بیوقوفوں نے تو یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ نسلِ انسانی کو محدود رکھنا چاہیے اور پیدائش کو روکنا چاہیے تا انسانوں کی تعداد اس حد تک بڑھ جائے کہ کسی وقت غذا کی قلّت محسوس ہونے لگ جائے۔لیکن باوجود اِس کثرتِ نسل کے اور باوجود انسانوں کی اِس قدر زیادتی کے کئی گھرانے ایسے ہوتے ہیں جن کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوتے اور وہ اولاد کو ترستے رہتے ہیں۔ ایک شخص کروڑ پتی ہوتا ہے لیکن اُسے ایسا بچہ میسر نہیں آتا جو اُس کے بعد اُس کی دولت کا وارث ہو لیکن دوسری طرف ایک فاقہ کش مزدور ہوتا ہے اُس کے دس گیارہ بچے ہوتے ہیں اور اُن کا پیٹ پالنے کے لیے بھی اسے روٹی میسر نہیں ہوتی۔ پس جہاں تک دنیا کا سوال ہے خداتعالیٰ کی صفتِ خالقیت ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اگر بعض افراد پر ان کے مخصوص حالات کے لحاظ سے ہم نظر ڈالیں تو اس کی صفتِ خالقیت نظر نہیں آتی کیونکہ وہ اولاد سے محروم ہوتے ہیں۔ اگر ایسا شخص جس کے ہاں

اولاد نہیں ہوتی یہ دعا کرے کہ اے اللہ! تُو مجھے بھی بچہ دے دے اور پھر اُس کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اُسے خدا تعالیٰ کی صفتِ خلق پر جو یقین پیدا ہوتا ہے اَور کسی شخص کو نہیں ہوتا۔ اور پھر اسے صرف خدا تعالیٰ کی صفتِ خلق پر ہی یقین پیدا نہیں ہوتا بلکہ اُسے اُس کی صفتِ سمیع پر بھی یقین پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ سمیع نہ ہوتا تو اُس کی دعا سنتا کیسے؟ پھر اُس کو خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت پر بھی یقین ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ رحمان نہ ہوتا تو اس شخص کی دعا سن لینے کے بعد دعا قبول کر لینے کا احساس اسے کیسے پیدا ہوتا؟ اور وہ خالقیت کی صفت کو ظاہر کیسے کرتا؟ ہم نے اِس کا بارہا تجربہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کے کئی نظارے دیکھے ہیں۔ اس کی درجنوں بلکہ اس سے بھی زیادہ مثالیں ہوں گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا یا میری دعا کے نتیجہ میں ایسے گھروں میں بچے پیدا ہوئے جن میں بظاہر اولاد پیدا ہونا ناممکن تھا۔ بعض لوگوں کی شادیوں پر بیس بیس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا تھا اور پھر بھی میری دعا سے ان کے ہاں اولاد پیدا ہوئی۔

مثلاً قادیان میں ہی ایک ہندو تھا۔ وہ بہت مالدار تھا۔ قادیان اور بٹالہ کے درمیان اس کے یکے چلتے تھے۔ اِس کے علاوہ وہ ٹھیکیدار بھی تھا اور تجارت بھی کرتا تھا۔ اس نے دو شادیاں کیں لیکن اس کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ اس نے مجھے دعا کی تحریک کی اور یہ نذر مانی کہ اگر خدا تعالیٰ نے اُسے بچہ دے دیا تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے کھانے کے لیے کچھ نذرانہ دے گا۔ ایک سال یا دو سال کے بعد جب اُس کی شادی پر بیس سال یا اس سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا اُس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی شخص نے مجھے بتایا کہ نیچے فلاں ہندو آیا ہوا ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نیچے آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں ایک بکری تھی۔ اِسی طرح ایک بوری آٹا اور کچھ گھی بھی تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی دعا سے ایک بچہ دیا ہے۔ بچہ اور اُس کی ماں کو سلام کرانے کے لیے میں یہاں لایا ہوں اور یہ چیزیں لنگر خانہ کے لیے ہیں۔ آپ انہیں قبول فرمائیں۔ اُس شخص کے ہاں بیس سال سے اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دعا کی تحریک کی اور میری دعا کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا کیا۔

ابھی اِس جلسہ پر ایک عجیب نظارہ پیش آیا کہ ایک عورت لائل پور کی رہنے والی تھی اور لجنہ اماء اللہ کی سیکرٹری تھی۔ وہ جب بھی ربوہ آتی مجھ سے کہتی میرے ہاں اتنے عرصہ سے اولاد نہیں ہوئی۔ آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی اولاد دے دے۔ دوسال ہوئے میں نے اُسے کہا تیری کب شادی ہوئی تھی؟ اس نے کہا بیس یا اکیس سال ہو گئے ہیں کہ میری شادی ہوئی تھی اور ابھی تک میرے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ میں نے اسے کہا تُو اب بوڑھی ہو چکی ہے اب اولاد کا خیال جانے دو۔ پینتالیس یا پچاس سال کی تمہاری عمر ہو چکی ہے اور بیس سال شادی پر گزر چکے ہیں۔ اب بھی کہتی ہو دعا کرو دعا کرو۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلا جائے گا؟ اس عورت نے کہا میں نے تو دعا کے لیے کہتے چلے جانا ہے۔ وہ عورت اچھی خاصی عمر کی تھی پینتالیس اور پچاس سال کے درمیان اس کی عمر تھی اور بیس بائیس سال شادی پر گزر چکے تھے۔ ایک دن اِسی جلسہ کے دنوں میں اُس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو اُس نے مجھے اپنی بچی دکھائی اور کہا آپ تو کہتے تھے کہ تمہاری شادی پر اتنا عرصہ گزر چکا ہے اور عمر بھی زیادہ ہو چکی ہے، اب دعا کے لیے کیوں کہتی ہو؟ اولاد کا خیال اب جانے دو۔ لیکن میں نے آپ کا پیچھا کیا اور دعا کی درخواست کرتی رہی اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کے نتیجہ میں یہ بچی عطا فرمائی ہے۔ ایسے موقعوں پر انسان کا یقین خدا تعالیٰ کی کئی صفات پر ہو جاتا ہے۔ اس کا یقین صرف خدا تعالیٰ کی صفتِ خالقیت پر ہی نہیں بڑھتا بلکہ اس کی صفتِ سمیع اور رحیمیت پر بھی اس کا یقین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ سمیع اور رحیم نہ ہوتا تو وہ اس کی دعاؤں کو کیسے سنتا اور پھر دعاؤں کو سن کر اسے یہ احساس کیسے ہوتا کہ وہ بچہ دے دے۔

پھر یہ دعائیں بعض اوقات تو ایسے طور پر پوری ہو جاتی ہیں کہ ان کے نتیجہ میں تقدیرِ مبرم بھی بدل جاتی ہے اور تقدیرِ مبرم کے بدلنے کی یہ علامت ہوتی ہے کہ اس کی شکل بدل جاتی ہے۔ وہ پوری بھی ہو جاتی ہے اور انسان ان خطرات سے بھی بچ جاتا ہے جو اسے لاحق ہونے والے ہوتے ہیں۔ سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک مُرید تھا جس سے انہیں بہت پیار تھا۔ اسے ایک عیسائی عورت سے محبت پیدا ہو گئی اور اس کی محبت بڑھتی چلی گئی۔ سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ دعا کرتے تھے کہ وہ کسی طرح

اس ابتلا سے بچ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں معلوم ہوا کہ وہ اس ابتلا میں ضرور پھنسے گا اور یہ تقدیرِ مبرم ہے۔ مگر پھر بھی آپ دعا کرتے رہے۔ آخر ایک دن وہ مرید تائب ہو کر آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ کی دعا پوری ہوگئی۔ سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ نے دریافت کیا کہ دعا کیسے پوری ہوئی؟ تو اس نے بتایا کہ رؤیا میں وہ عورت مجھے ملی اور میں نے اُس سے تعلقات بھی قائم کر لیے۔ اس کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو مجھے اُس سے نفرت پیدا ہو چکی تھی۔ اب دیکھو! یہ ایک تقدیرِ مبرم تھی اور اس نے ضرور پورا ہونا تھا لیکن دعا کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے اسے رؤیا میں پورا کر دیا۔ اِس طرح تقدیرِ مبرم بھی پوری ہوگئی اور دعا بھی قبول ہوگئی اور وہ شخص اُن خطرات سے محفوظ ہو گیا جو اُسے آئندہ لاحق ہونے والے تھے۔ پس تقدیرِ مبرم کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ پوری بھی ہو جاتی ہے لیکن دعا کے نتیجہ میں اُس کی شکل بدل جاتی ہے۔

17 یا 18 نومبر 1953ء کی بات ہے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جگہ پر ہوں۔ میاں بشیر احمد صاحب اور درد صاحب میرے ساتھ ہیں۔ کسی شخص نے مجھے ایک لفافہ لاکر دیا اور کہا کہ یہ چودھری ظفراللہ خاں صاحب کا ہے۔ میں نے اس لفافہ کو کھولے بغیر یہ محسوس کیا کہ اس میں کسی عظیم الشان حادثے کی خبر ہے جو چودھری صاحب کی موت کی شکل میں پیش آیا ہے یا کوئی اَور بڑا حادثہ ہے۔ میں نے درد صاحب سے کہا لفافہ کو جلدی کھولو اور اس میں سے کاغذ نکالو۔ درد صاحب نے لفافہ کھولا۔ اس میں بہت سے کاغذ نکلتے آتے تھے لیکن اصل بات جس کی خبر دی گئی تھی نظر نہیں آتی تھی۔ آخر کار لفافہ میں صرف ایک دو کاغذ رہ گئے۔ لیکن اصل خبر کا پتا نہ لگا۔ میاں بشیر احمد صاحب نے کہا پتا نہیں چودھری صاحب کے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔۔ وہ ایک اہم خبر لکھتے ہیں لیکن اسے اچھی طرح بیان نہیں کرتے۔ میں نے کہا گھبراہٹ میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ اس پر لفافہ میں دو کاغذ جو باقی رہ گئے تھے ان میں سے ایک کاغذ کو میں نے باہر کھینچا تو وہ ایک فہرست تھی۔ لیکن اصل واقعہ کا اُس سے پتا نہیں لگتا تھا۔ اس فہرست میں ایک نام سے پہلے ملک لکھا تھا اور آخر میں محمد لکھا تھا۔ درمیانی لفظ پڑھا نہیں جاتا تھا۔ اس سے اتنا تو پتا لگتا تھا کہ واقعہ میں کوئی اہم خبر ہے لیکن اصل واقعہ کا

پتا نہیں لگتا تھا۔ پھر لفافہ میں سے ایک اَور شفاف کاغذ نکلا جو Tracing Paper تھا۔ میں اُسے دیکھنے لگا اور میں نے کہا یہ خبر ہے جو چودھری صاحب نے ہم تک پہنچانی چاہی ہے مگر بجائے کوئی واقعہ لکھنے کے اس کاغذ پر ایک لکیر کھنچی ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ہوائی جہاز ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ آگے جا کر وہ لکیر یکدم اُریبی1 صورت میں نیچے آ جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاز یکدم نیچے آ گیا ہے۔ اس جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ رُکا ہے اور معاً Crashed کا لفظ میرے سامنے آتا ہے تو معاً سمندر میرے سامنے آ جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نیچے کچھ جزیرے ہیں۔ مجھے نیچے کی طرف عملاً سمندر نظر آتا ہے۔ اُس میں ہلکی ہلکی لہریں ہیں۔ میں خواب میں کہتا ہوں کہ نہ معلوم چودھری صاحب کو تیرنا آتا ہے۔ خدا کرے اِس حادثہ کی خبر معلوم کر کے کسی حکومت نے ہوائی جہاز یا کشتیاں بچانے کے لیے بھیج دی ہوں تا کہ چودھری صاحب اور دوسرے لوگ بچ جائیں۔

جب میں نے یہ رؤیا دیکھی اُس وقت قریباً دو بجے رات کا وقت تھا۔ اُس دن میری بیوی مریم صدیقہ کی باری تھی اور وہ میرے پاس ہی دوسری چارپائی پر سوئی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں جگایا اور کہا جلدی سے ایک خط لکھو۔ چنانچہ میں نے اُسی وقت چودھری صاحب کو خط لکھوایا اور تحریر کیا کہ وہ کچھ صدقہ دے دیں۔ فوراً بھی اور آتے ہوئے بھی اور اسی مضمون کی ایک تار بھی دے دی۔ میں نے جب یہ رؤیا دیکھی تو چودھری صاحب امریکہ پہنچ چکے تھے اور میں نے رؤیا میں یہ نظارہ دیکھا تھا کہ چودھری صاحب مشرق سے مغرب کو جا رہے ہیں۔ اگر وہ امریکہ سے پاکستان آ رہے ہوتے تو یہ سفر مشرق سے مغرب کو نہ ہوتا بلکہ مغرب سے مشرق کو ہوتا۔ پھر میں نے رؤیا میں یہ دیکھا تھا کہ چودھری صاحب خود ہی اس حادثہ کی خبر دے رہے ہیں اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اگر اِس حادثہ میں اُن کی جان کا نقصان ہے تو وہ اس کی خبر کیسے دے رہے ہیں؟ بہرحال میں نے اِس خواب کی تین تعبیریں کیں۔

اول یہ کہ کوئی حادثہ چودھری صاحب کو سخت مہلک پیش آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ انہیں اس سے بچا لے گا کیونکہ وہ خود اس حادثہ کے متعلق تبھی خبر دے سکتے ہیں جب وہ محفوظ ہوں۔

دوسرے میں نے یہ تعبیر کی کہ اُس دن ملک غلام محمد صاحب گورنر جنرل سفر پر روانہ ہو

رہے تھے شاید انہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ میں نے ملک اور محمد کے الفاظ دیکھے تھے۔ بیچ میں ایک لفظ اَور بھی تھا جو پڑھا نہیں گیا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید اس سے ملک غلام محمد صاحب مراد ہوں کیونکہ ان کے نام سے پہلے بھی ملک اور آخر میں محمد کا لفظ آتا ہے اور وہ چودھری صاحب کے دوست بھی ہیں اور دوست کا صدمہ خود انسان کا اپنا صدمہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ میں نے صبح انہیں تار دے دی۔ چونکہ وہ احمدی نہیں ہیں۔ اِس لیے میں نے یہ نہ لکھا کہ میں نے رؤیا دیکھی ہے بلکہ صرف یہ لکھا کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ اِس سفر کے دوران میں آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے لیکن میرا تار پہنچنے سے پہلے ملک صاحب سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ وہ تار قائم مقام گورنر جنرل کو ملا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ مبارکبادی کی تار ہے چنانچہ اُن کی طرف سے شکریہ کی چٹھی آ گئی۔ حالانکہ وہ تار اِس رؤیا کی بناء پر اصل گورنر جنرل صاحب کو دی گئی تھی لیکن وہ ملی قائم مقام گورنر جنرل کو۔

تیسرے چونکہ چودھری صاحب مغرب میں پہنچ چکے تھے اور پاکستان کی طرف سفر کرتے ہوئے انہوں نے مغرب سے مشرق کو آنا تھا اور پھر اس حادثہ کی خبر بھی انہوں نے خود ہی دی تھی اس لیے میں نے خیال کیا کہ شاید اس سے یہ مراد ہو کہ جو خاص کام مراکو وغیرہ کی خدمت کا وہ کر رہے ہیں اس میں انہیں ناکامی ہو۔

بہرحال میں نے ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کروا دیا اور چودھری صاحب کو بھی خط لکھا کہ وہ خود بھی صدقہ دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی صدقہ دے دیا اور ہم نے دعائیں جاری رکھیں۔ میں لاہور گیا تو چودھری صاحب کی بیوی مجھے ملیں۔ میں نے انہیں بھی بتایا کہ میں نے اس قسم کی رؤیا دیکھی ہے چونکہ چودھری صاحب کی لڑکی بھی اِس سفر میں اُن کے ہمراہ تھی اِس لیے اُن کے لیے دُہرا صدمہ تھا۔ اس لیے انہوں نے بھی اس عرصہ میں روزانہ ایک ایک کر کے یا بعض دنوں میں دو دو کر کے اکٹھے بکرے صدقہ دیئے۔ چودھری صاحب خیریت سے کراچی پہنچ گئے اور اِس قسم کا کوئی حادثہ انہیں پیش نہ آیا۔ کراچی سے پنجاب آئے تو یہ سفر بھی خیریت سے گزر گیا۔ لیکن جب کراچی واپس گئے تو رستہ میں اُس گاڑی کو جس میں چودھری صاحب سفر کر رہے تھے خطرناک حادثہ پیش آیا اور انڈین ریڈیو پر جب یہ خبر نشر ہوئی

تو اس کے متعلق"Crashed" کا لفظ ہی استعمال کیا گیا۔ گاڑی پٹرول کے ڈبوں سے ٹکرا گئی اور ایسا خطرناک حادثہ پیش آیا کہ ایک احمدی دوست نے مجھے لکھا کہ میں سمجھتا تھا کہ خداتعالیٰ کا عذاب آ گیا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس میں کوئی اَور احمدی بھی سفر کر رہا تھا لیکن اُس کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اُس ٹرین میں تھا اور اس نے لکھا کہ ہر وہ شخص جس نے اس نظارہ کو دیکھا ہے وہ کہہ نہیں سکتا کہ یہ حادثہ عذابِ الٰہی نہیں تھا۔ بہرحال دونوں گاڑیاں ٹکرا گئیں اور جن ڈبوں کو خداتعالیٰ نے آگ سے بچایا انہیں پیچھے لایا گیا۔ جس جگہ پر یہ واقعہ ہوا چودھری صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے دس دس میل دُور تک پکّی سڑک نہیں ہے صرف ریل کی پٹڑی گزرتی ہے۔ اس لیے امداد کے لیے اُس جگہ تک کوئی موٹر نہیں آ سکتی تھی۔ اس طرح وہ جگہ جزیرے کی طرح تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ رؤیا میں ہوائی جہاز کا دکھایا جانا اور واقعہ ریل میں ہونا اور پھر یہ گاڑی بھی مشرق سے مغرب کو جا رہی تھی، اِسی طرح دوسری سب باتوں کا ہونا بتاتا ہے کہ یہ ایک تقدیرِ مبرم تھی لیکن خداتعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو سن کر اس حادثہ کو بجائے ہوائی جہاز کے ریل میں بدل دیا۔ ہوائی جہاز میں ایسا حادثہ پیش آ جائے تو اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ شاذ ہی کوئی شخص اس قسم کے حادثے سے بچتا ہے لیکن یہی حادثہ ریل میں پیش آ جائے تو اس سے کسی انسان کا بچ جانا ممکن ہے اور پھر وہ ریل مشرق سے مغرب کو جا رہی تھی۔ جب میں نے اخبار میں وہ واقعہ پڑھا تو میں نے محسوس کیا کہ میری وہ خواب پوری ہوگئی ہے۔ میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے اِس کا ذکر کیا جن کو میں یہ خواب اُسی وقت بتا چکا تھا جب یہ خواب آئی تھی۔ انہوں نے بھی کہا کہ واقع میں وہ خواب پوری ہوئی ہے لیکن میں نے اخبار میں یہ واقعہ پڑھ کر چودھری صاحب کو یہ لکھنا پسند نہ کیا کہ میری رؤیا پوری ہوگئی ہے۔ کیونکہ رؤیا میں انہوں نے پہلے اطلاع دی تھی۔ اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ وہ اطلاع دیں گے تو میں لکھوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن چودھری صاحب کی تار آ گئی کہ آپ کی رؤیا پوری ہوگئی ہے اور خداتعالیٰ نے مجھے اس حادثہ سے بچا لیا ہے۔

یہاں صرف رؤیا کا سوال نہیں کہ وہ پوری ہوگئی بلکہ یہ ایک تقدیرِ مبرم تھی جو دعاؤں سے بدل گئی۔ رؤیا میں خداتعالیٰ نے مجھے ہوائی جہاز دکھایا تھا لیکن وہ واقعہ اُسی جہت میں

اور اُسی شکل میں ریل میں پورا ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہونا تقدیرِ مبرم تھا لیکن خداتعالیٰ نے کہا چلو ان کی بات بھی پوری ہو جائے اور اپنی بات بھی پوری ہو جائے۔ یہی واقعہ ہم ریل میں کرا دیتے ہیں۔ اس سے ہماری بات بھی پوری ہو جائے گی اور ان کی دعا بھی قبول ہو جائے گی۔ پس یہ واقعہ ہمارے لیے زائد یقین اور ایمان کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کی وجہ سے اپنی تقدیرِ مبرم کو بدل دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں بھی ایسا ہوا۔ مثلاً نواب صاحب کا لڑکا عبدالرحیم بیمار ہو گیا۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پتا لگا کہ وہ اب بچ نہیں سکتا۔ اِس پر آپ نے خاص طور پر اُس کی صحت کے لیے دعا شروع فرمادی اور اِس دعا کے نتیجے میں وہ بچ گیا۔ اِسی طرح مبارک احمد کے متعلق بھی آتا ہے کہ جب اُس کی نبضیں چُھٹ گئیں تو آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے دوبارہ سانس دے دیا۔ پس ریل کا یہ حادثہ خداتعالیٰ کی تقدیرِ مبرم پر دلالت کرتا ہے۔ اس نے ہماری دعاؤں اور صدقہ اور قربانی کی وجہ سے ایک ایسی تقدیر کو بدل دیا جس کو عام حالات میں وہ بدلا نہیں کرتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ایمان کو بڑھانے اور اسے تقویت دینے کے کئی سامان عطا فرمائے ہیں۔ اگر ہم ان کے بعد بھی اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتے اور سُستی سے کام لیتے ہیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہوگی۔ دنیا تو ابھی اندھیرے میں ہے اور اسے پتا نہیں کہ خدا ہے یا نہیں، اسے پتا نہیں کہ خداتعالیٰ بولتا ہے یا نہیں، اسے علم نہیں کہ خداتعالیٰ سچا ہے یا نہیں۔ لیکن ہمارے لیے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ پہلے موجود تھا، نہ صرف یہ کہ وہ پہلے سنتا تھا اور بولتا تھا بلکہ وہ ہمیں یہ دکھا رہا ہے کہ میں اب بھی سنتا ہوں، میں اب بھی بولتا ہوں اور اب بھی اپنے بندوں کی مدد کرتا ہوں۔ ان انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ خداتعالیٰ ہمارے دلوں کے زنگ دور کر دے۔ کیونکہ اگر اس کے بعد بھی ہمارے دلوں میں قربانی کے لیے تنگی محسوس ہوتی ہے، ان میں انقباض پیدا ہوتا ہے تو یہ ہمارے دلوں کے زنگ کی وجہ سے ہے۔ اگر سورج نکلا ہوا ہو اور پھر بھی وہ کسی شخص کو نظر نہ آئے تو

صاف بات ہے کہ اُس کی آنکھیں خراب ہیں۔ اِسی طرح اِس قسم کے نشان کے بعد بھی اگر ہمارے دلوں میں خداتعالیٰ کے متعلق احساسِ تقرّب پیدا نہیں ہوتا، اگر ہمارا دل خداتعالیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ چیز تو موجود ہے لیکن ہمارے اندر بیماری ہے۔ جیسے صفراء کی وجہ سے انسان میٹھی چیز کو بھی کڑوا محسوس کرتا ہے یا موتیا کی وجہ سے آنکھوں کے ہوتے ہوئے نظر نہیں آتا۔ اسی طرح سارے سامان موجود ہونے کے باوجود ہم ان سے فائدہ اُٹھانے سے محروم ہیں اور اس کا علاج بھی دعا ہی ہے۔درحقیقت دعا پہلے بھی آ جاتی ہے اور بعد میں بھی آ جاتی ہے۔ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے تو اس کا علاج بھی دعا ہی ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کوئی بوڑھا آدمی تھا۔ وہ ایک طبیب کے پاس گیا۔ وہ اسّی نوّے سال کی عمر کا تھا۔ اس نے طبیب سے کہا مجھے یہ یہ بیماری ہے۔ اس کا کوئی علاج بتائیں۔ طبیب نے خیال کیا کہ اب اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ اُس نے مریض سے کہا یہ تو تقاضائے عمر ہے۔ اس مریض نے خیال کیا کہ باوجود اِس کے کہ میں طبیب کے پاس کھڑا ہوں اور اسے اپنی بیماری بھی بتا رہا ہوں لیکن وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔تو شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اسے پوری طرح اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکا۔ اس نے پانچ سات اَور بیماریاں بتا دیں۔ طبیب نے کہا یہ بھی تقاضائے عمر ہے۔ جب طبیب کو پھر بھی توجہ نہ ہوئی تو اس نے پانچ سات اَور بیماریاں بیان کر دیں۔ اِس پر بھی طبیب نے کہا یہ بھی تقاضائے عمر ہے۔ اِس پر مریض کو غصہ آ گیا اور اُس نے کہا تم بے ایمان اور خبیث انسان کو کس نے طبیب بنایا ہے۔ میں بکواس کرتا جا رہا ہوں اور تم یہی کہے چلے جاتے ہو کہ یہ سب تقاضائے عمر ہے۔ وہ طبیب دانا تھا۔ جب وہ مریض غصہ میں آ گیا تو اُس نے کہا یہ بھی تقاضائے عمر ہے۔تو جس طرح اُس طبیب نے تقاضائے عمر کو ہر جگہ چسپاں کیا تھا اِسی طرح ہم اگر سوچیں اور غور کریں تو ہمیں بھی ہر جگہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ موقع بھی دعا کا ہے۔ اگر پہلے موقع سے ہم نے فائدہ نہیں اُٹھایا تو اِسی موقع سے ہی فائدہ اُٹھا لیں کیونکہ جہاں دعا نشان دکھاتی ہے وہاں نشان کے محسوس کرنے کا رستہ بھی دعا ہی کھولتی ہے اور ہمارے ایمان کے رستہ میں جو روک ہو اُسے بھی دعا ہی دور کرتی ہے۔ پس ہمیں اِس مبارک زمانہ سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ خداتعالیٰ نے کھڑکیاں کھول دی ہیں

اور اپنے تقرّب کے رستہ کو آسان بنا دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اِن ذرائع سے فائدہ اُٹھائیں تا ہم جھولیاں بھر کر ان کھڑکیوں سے گزریں اور تا ہم اس کی رحمت اور فضل سے مالا مال ہو جائیں جس سے دوسری دنیا محروم ہو چکی ہے"۔

(المصلح 18 فروری 1954ء)

---

1 : اُریبی: ترچھی (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)